www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

مولانا عبدالغفار حسن

صحیح بخاری پر اعتراض اور اس کا جواب

برصغیر پاک و ہند میں "فقہی جمود" کے خلاف جب "اتباع و احیائے سنت" کی تحریک چلی تو اس کا توڑ دو طرح سے کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایک تو صحیح احادیث کے بالمقابل ہر طرح کی صحیح و ضعیف احادیث کے ذریعے "مذہب" کا دفاع۔ دوسرا یہ پروپیگنڈا کہ محدثین صرف حدیث کے چھلکے کو لیتے ہیں مغز تک رسائی کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ محدثین پر یہ الزام بالکل غلط ہے جس کی شہادت کے لئے امیر المومنین فی الحدیث "امام بخاریؒ" کی مثال ہی کافی ہے۔ اس بارے میں پہلا طریقہ زیادہ تر متعصب مقلدین نے اختیار کیا اور دوسرا طریقہ متجددین (ترقی پسند مقلدین) نے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کا تعلق دوسرے طبقہ فکر سے ہے۔ لہٰذا وہ عبادات میں تو حنفی ہیں تاہم جہاں کہیں دل چاہتا ہے "تدبر" کے نام پر "تقلید" کے بجائے اتباعِ رسول ﷺ سے بھی انحراف کرنے سے نہیں چوکتے۔ اس سلسلے میں ان کا مخصوص طریق کار ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر میں ان کے اپنے "تدبر و اجتہاد" پر مبنی "فلسفۂ نظم" ہے، جس میں نکتہ رسی کے فوائد سے قطع نظر ان کا ظاہر احادیث سے الرجک ہونا "متبعین سنت" کو ضرور کھلتا ہے۔ دراصل یہ مکتبِ فکر اپنے "تدبر و اجتہاد" کو دو اصطلاحات "بدیہی" (جس کے لئے تعریف و دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی) اور "قطعی الدلالۃ" (جس میں فہم کے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی) کے پردوں میں پیش کرنے کا عادی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک دین کی وہی تعبیر صحیح اسلام ہوتی ہے جو ان کی اپنی رائے ہو گویا وہ اپنی سوچ اور رائے کی عصمت کے قائل ہیں۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی عظمت کی مخالفت کے درپے رہتے ہیں جس کے لئے وہ انکار حدیث کے طعن سے بچنے کے لئے نبی ﷺ کی احادیث کا انکار و استخفاف کھلے لفظوں کرنے کے بجائے (SUGAR COATED) انداز سے کرنے کی تدبیر اپناتے ہیں۔ آج کل قرآن کی تفسیر سے فارغ ہو کر ان کا مشن "تدبرِ حدیث" کے نام پر محدثین کی تین مایہ ناز کتب صحیحین اور موطا امام مالکؒ کی احادیث پر طعن ہے۔ اس سلسلہ میں صحیحین کے استخفاف کے لئے ایک طریقہ تو ان کا "موطا" کو صحت کے اعتبار سے صحیحین پر ترجیح

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دینے کا ہے اور دوسرا صحیحین کی احادیث پر نقد و جرح۔ چونکہ امام بخاریؒ کی کتاب "حدیث" کے علاوہ ان کے "فقہ و اجتہاد" کا شاہکار بھی ہے لہٰذا وہ خاص طور پر ان کے زیر تنقید رہتی ہے۔ چنانچہ اسے سمجھے بغیر ہی اس میں اپنا نام نہاد "تدبر" استعمال کرکے امام بخاریؒ کی فقاہت پر حملہ کرنے کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا عبدالغفار حسن (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان) ان کے اختراعی فہم حدیث میں ہم آواز نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے خلاف زیادہ جراءت کے مظاہر ان کے لئے بھی تکلیف دہ ہوتے ہیں اور وہ کبھی کبھار قلم اٹھانے پر مجبور بھی ہو جاتے ہیں۔ زیر نظر سطور میں ایسے ہی دو مقام ان کے لائق توجہ ہوئے ہیں جن پر انہوں نے خامہ فرسائی فرمائی ہے، جو ہدیۂ قارئین ہے۔ (ح۔م)

مکتوب مفتوح بنام مدیر سہ ماہی "تدبر" لاہور

مکرمی ——————— السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ کا رسالہ پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ مولانا اصلاحی صاحب اور آپ کی اس عنایت کا ممنون ہوں۔ نظم قرآن سے متعلق بہت سی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں، لیکن ساتھ ہی حدیث کی بعض تشریحات کھٹکتی ہیں۔ اس بارے میں ایک مفصل مضمون ارسالِ خدمت ہے۔ یہ مضمون اگر "تدبر" میں شائع ہو جائے تو قارئین کے سامنے تصویر کا دوسرا رُخ بھی آجائے گا۔

لیکن میرا سابقہ تجربہ یہ ہے کہ یہ مضمون شائع کرنے کی بجائے واپس کر دیا جائے گا، جیساکہ دو سال قبل "رجم" والا مضمون واپس کر دیا گیا تھا۔ خدا کرے میرا یہ سوئے ظن غلط ثابت ہو۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ "تدبر" شمارہ ۴۸ صفحہ ۲۹ اور ۳۰ پر مولانا اصلاحی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"آنحضرت کو ماعز کے بارے میں یہ شکایت ملی تھی کہ مسلمان جہاد کے لیے جاتے ہیں تو یہ آدمی مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کا پیچھا کرتا ہے اور ان کے پیچھے بکروں کی طرح ممیاتا ہے"

اس بارے میں گذارش ہے کہ اول تو اس موقع پر حضرت ماعزؓ کا تذکرہ صراحتًا نہیں ہے اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو کیا محض بکروں کی طرح ممیانے سے وہ محارب شمار ہو جائے گا؟ ظاہر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے کہ ممیانا، زنا کے مبادی میں شمار ہو گا نہ کہ حرابہ میں۔ ایسی صورت میں صرف تعزیر ہو سکتی ہے نہ کہ حدِّ حرابہ، بلکہ حدِّ زنا بھی نہیں ہو سکتی۔

نیز روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا کا واقعہ صرف ایک دفعہ پیش آیا۔ تو ایسی صورت میں اس کو محاربین میں کیسے شمار کیا جائے گا؟

مزید گذارش یہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ سے اب تک چودہ سو سال میں کسی بھی عالم نے حضرت ماعزؓ کو "منافق" اور "غنڈا" نہیں قرار دیا اور اسی طرح حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کو بھی کسی نے بھی آوارہ، آزاد عورت نہیں ٹھہرایا۔

اسماءُ الرجال کی سب کتابیں پڑھ لیجئے، تمام مصنفین نے ان دونوں کو صحابہ اور صحابیات میں شمار کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عظمتِ حدیث (صفحہ ۲۱۶ تا ۲۳۶)

واضح رہے کہ میرا یہ "رجم" والا مضمون چند سال قبل ماہنامہ "محدث" لاہور اور ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔

آخر میں مولانا اصلاحی صاحب کی خدمت میں باادب گذارش ہے کہ اب وہ زندگی کے آخری مرحلے میں ہیں۔ معلوم نہیں کہ کب پیغامِ اجل آجائے، ایسے نازک مرحلے پر اگر وہ اپنی اس تحریر پر نظرِ ثانی فرمائیں تو بہت سے زخمی دلوں کو تسکین حاصل ہو گی۔ وما علینا الا البلاغ

والسلام

عبدالغفار حسن (۴۔ جنوری ۹۵)

صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب پر اعتراض اور اس کا جواب

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے تدبر حدیث کے عنوان سے اپنے رسالہ "تدبر" میں احادیث کی تشریح کا ایک سلسلہ شروع کیا ہوا ہے جس میں صحیح البخاری اور مؤطا امام مالکؒ کی روایات کی وضاحت کی گئی ہے اور جہاں کہیں ان کو اشکال پیش آیا ہے، اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں مولانا موصوف کی پوری عبارت بیان کرنے کے بعد ان کے پیش کردہ اشکال کا حل تجویز کیا گیا ہے:

باب (۳۷) من أعاد الحديث ثلثا ليفهم، فقال النبي ﷺ: الا وقول الزور، فمازال يكرّرها وقال ابن عمر: قال النبي ﷺ: هل

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بلّغتُ، ثلثا

باب ہے اس بارے میں "بات کو سمجھانے کے لئے تین بار کہنا" ——— آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! جھوٹ کہنے سے بچو! اور اس کو کئی بار فرماتے رہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا: کیا میں نے تم کو پہنچا دیا؟

وضاحت:

"الا وقول الزور" حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، جسے کسی موقع پر آپ ﷺ بار بار دہراتے رہے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے آخر میں سامعین سے پوچھا تھا کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اور یہ جملہ بھی آپ نے تین مرتبہ دہرایا تھا۔ امام بخاری نے باب میں یہ دو تعلیقات نقل کی ہیں، جو دوسری حدیثوں کے ٹکڑے ہیں۔ اسکے بعد روایت نقل کی ہے:

۹۴ ——— حدثنا عبدة قال ثنا عبد الصمد قال حدثنا عبد الله بن المثنى قال حدثنا ثمامة بن عبد الله بن أنس عن النبي ﷺ انه كان اذا تكلّم بكلمة أعادها ثلثا حتى تفهم عنه واذا أتى على قوم فسلّم عليهم سلّم عليهم ثلثا۔

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بات کرتے تو تین مرتبہ کرتے کہ اس کو سمجھ لیا جائے۔ آپ لوگوں کے پاس جاکر جب سلام کرتے تو وہ بھی تین مرتبہ کیا کرتے"

وضاحت:

اس روایت میں چند مشکلیں ہیں بڑی مشکل تو یہ ہے کہ باب اور روایت میں مطابقت نہیں۔ امام صاحب نے باب تو یہ باندھا ہے کہ بات دہرائی جائے تاکہ سمجھ میں آجائے۔ یعنی یہ عمل مشروط ہے اس سے کہ بات سمجھانے کے لئے ایسا کیا جائے لیکن روایت جو نقل کی ہے وہ غیر مشروط ہے۔ اور غیر مشروط بھی ایسی کہ "اذا تکلّم" کہ "حضور جب بھی بات کرتے" 'اذا' استمرار کے لیے آتا ہے۔ باب میں جو تعلیق نقل کی ہے، وہ ایسے مواقع کا حوالہ ہے کہ جہاں تاکید ضرور تھی۔ مثلاً حجۃ الوداع والی بات کو تاکید کے لیے ... تبلیغ کے لیے ... شہادت کو مؤکد کرنے کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لیے تو بات دو تین مرتبہ کہی جاسکتی ہے، لیکن ہر بات کو تین مرتبہ کہنا سمجھ میں نہیں آتا۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ یہ روایت حضرت انسؓ سے ہے۔ حضرت انسؓ ایسے آدمی نہیں کہ انہوں نے صرف چند مرتبہ ہی آنحضرت سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے دس سال تک آنحضرت کی خدمت کی اور آدمی بھی وہ نہایت سمجھدار ہیں۔ جب وہ اس تاکید سے کہتے ہیں کہ جب بھی آپ بات کرتے تو تین مرتبہ کرتے تو یہ بات بڑی اُلجھن پیدا کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ روایت بالمعنی کرنے میں کسی راوی سے تسامح ہوگیا ہو۔

سلام کے بارے میں بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیڈروں کا عام طریقہ ہے کہ وہ کسی مجلس میں پہنچتے ہیں تو حاضرین کو بار بار سلام کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ بھی یہ رہا ہوگا کہ پہلے سامنے والوں کو پھر دائیں طرف والوں کو اور تیسری مرتبہ بائیں جانب والوں کو سلام کہتے ہوں۔

۹۵۔عن عبداللہ بن عمرو قال: تخلّف رسول اللہ ﷺ فی سفر سافرناہ فادرکنا ــــــ وقد ار هقنا الصلوة ــــــ صلوة العصر و نحن نتوضأ فجعلنا نمسح علی أرجلنا، فنادی بأعلی صوته: ویل للأعقاب من النار مرتین أو ثلثا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں پیچھے رہ گئے۔ آپ ﷺ اس وقت ہمارے ساتھ ملے جب کہ نماز عصر کا آخری وقت ہو چکا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ اس پر ہم نے جلدی جلدی اپنے پاؤں پر مسح کرنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا "ایڑیوں کو ہلاکت ہو دوزخ کی آگ سے" آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

وضاحت:

یہ روایت باب سے مطابقت رکھتی ہے کہ آپ نے صحابہ کو سمجھانے کے لیے یہ بات دو یا تین مرتبہ دہرائی تاکہ بہت لوگ سُن لیں اور جلد بازی میں پاؤں مکمل دھونے میں کوتاہی نہ کریں۔ یہ بھی ایک مجمع کو تعلیم دینے کا اسی طرح کا ایک موقع تھا جیسا موقع حجۃ الوداع کا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آپ ﷺ اپنی ہر بات تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے۔

(حوالہ: تدبر، شمارہ نمبر ۴۸ سال ۱۹۹۴ء)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حل :

مذکورہ بالا اشکال کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے :

۱۔ لفظ "اذا" کے مفہوم کو متعین کیا جائے اور وہ اس طرح ہے کہ عام طور پر 'اذا' شرط کے لیے آتا ہے اور "کبھی" محض ظرفیت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں ضروری نہیں ہے کہ اس میں عموم اور استمرار پایا جائے اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں :

مثال نمبر۱: ﴿ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴾

"اور "جب" غصہ ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں"

(ترجمہ از تدبر قرآن، جلد۶، سورۂ شوریٰ : آیات نمبر۳۷، صفحہ : ۱۷۶)

مثال نمبر۲ : ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴾ (سورۂ شوریٰ : ۴۲)

"اور "جب" ایسے لوگوں پر سرکشی ہو تو بدلا لیتے ہیں"

مثال نمبر۳ : ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴾

"رات کی قسم، "جب" دن کو چھپالے"

مثال نمبر۴ : ﴿ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴾

"تارے کی قسم، "جب" غائب ہونے لگے"

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مغنی اللبیب (جلد اول، صفحہ : ۱۰۴)

وهي ظرف للمستقبل لاكثر استعمالاتها وتكون للماضي بقرينة نحوقوله تعالى ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا ﴾ لان الآية نزلت بعد انفضاضهم

یعنی لفظ "اذا" کا استعمال اکثر مستقبل کے لئے بطورِ ظرف ہوتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : النحو الوافی (جلد : ۲، صفحہ : ۲۶۲-۲۶۱) مؤلفہ عباس حسن

اگر قرینہ موجود ہو تو ماضی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ جب انہوں نے تجارت کو دیکھا یا کھیل کود کو تو اس کی طرف دوڑ پڑے، یہ آیت اس واقعہ کے ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ لفظ "اذا" کا ترجمہ یہاں "جب کبھی" نہیں کیا جا سکتا، بلکہ "جب" یا "جس وقت" کیا جائے گا۔ جیسا کہ اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ

"اور لوگوں کا حال یہ ہے "جب" وہ کوئی تجارت یا دلچسپی کی چیز دیکھ پاتے ہیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں"

(تدبر قرآن، جلد: ۷، صفحہ: ۳۸۵-۳۸۴، سورۃ جمعہ)

اسی طرح زیر بحث حدیث میں بھی "اذا" کا ترجمہ "جب کبھی" کے بجائے صرف "جب" کیا جائے گا۔ یہاں "اذا"، حِینَ کے معنی میں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب کبھی آپ ﷺ بات کرتے تو تین دفعہ دہراتے، یہ تو اس وقت ہوتا جبکہ "اذا" کے بجائے "کلّما" لفظ لایا جاتا۔ جیسے کہ دوسری آیت میں مذکور ہے:

﴿كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا۟ فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۟﴾

""جب جب" چمک جاتی ہو، یہ چل پڑتے ہوں اور "جب" ان پر اندھیرا چھا جاتا تو رُک جاتے ہوں"

(ترجمہ از تدبر قرآن: سورۃ البقرہ، جلد اول آیت: ۲۰، صفحہ: ۸۵)

مولانا موصوف نے اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت "کلما" اور "اذا" کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے یعنی "کلّما" کا ترجمہ "جب جب" کیا ہے جو "جب کبھی" کے ہم معنی ہے۔ اور "اذا" کا ترجمہ صرف "جب" سے کیا ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے:

"فان قلت كيف قيل مع الاضاءة "كلّما" و مع الاظلام "اذا" قلت لانهم حراص على وجود ما همهم به معقود من امكان المشي و تاتيه وكلما صادفوا منه فرصة وليس كذٰلك توقف و تحبس"

خلاصہ یہ ہے کہ یہ فرق اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ روشنی کے لئے انتہائی حریص اور آرزومند تھے۔ ذرا سی بھی چمک محسوس کرتے تو اس فرصت کو غنیمت جانتے اور ایک لحہ ضائع کئے بغیر چلنے لگتے۔ بخلاف تاریکی کے، اس کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ یعنی روشنی مطلوب تھی اور تاریکی ان کو مطلوب نہیں تھی۔ (تفسیر کشاف: سورۃ بقرۃ، آیت: ۲۰، صفحہ: ۵۶، جلد اول)

اس پوری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ لفظ "اذا" جب محض ظرفیت کے لیے آئے گا، تو اس صورت میں اس میں عموم اور استمرار کا اعتبار کرنا ضروری نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں جو دو اثر پیش کیے ہیں، ان سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں "اذا" عموم کے لیے نہیں ہے۔ اسی طرح متن میں دوسری حدیث لائے ہیں اس سے بھی یہی اشارہ مقصود ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دوسرا حل

علامہ محمد بن عبدالهادی سندی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

(قوله وإذا تکلم بكلمة.......الخ) ــــــ الظاهر انه محمول علی المواضع المحتاجة الی الاعادة لا علی العادة والا لما کان لذکر عدد الثلاث فی بعض المواضع کثیر فائدة مع انهم یذکرون فی الامور المهمّة انه قالها ثلاثا کما تقدم فی الکتاب فی هذا الباب..... والله تعالی اعلم

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان مواقع پر اپنی بات کو تین بار دُہراتے جہاں اس کی ضرورت ہوتی، لیکن یہ آپ کی عادت نہیں تھی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بعض ایسے مواقع جہاں تین بار کہنے کی ضرورت نہیں تھی، وہاں بھی آپ بار بار دہراتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس سے کون سا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ اہل علم یہی بات بتاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اہم اُمور میں تین بار بات دہرایا کرتے تھے۔

"اگر یہ شبہ ہو کہ بظاہر حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی یہی عادت تھی کہ ہر بات کو تین مرتبہ دہرایا جائے۔ اس شبہ کا ازالہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ بات کو دہرانے کی عادت صرف اس صورت میں تھی جب کہ کوئی اہم معاملہ ہو۔ اس سے یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ ہر معاملے میں آپ تین بار الفاظ کو دہراتے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ لی جائے یہاں "کلمۃ" کو نکرہ لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ تنکیر تعظیم کے لیے ہے"

علامہ سندی کے کہنے کے مطابق حدیث میں "کلمۃ" کے بعد یا تو صفت محذوف مانی جائے مثلاً "مھمۃ" یا "کلمۃٍ" کے تنوین کو تعظیم کے لیے قرار دیا جائے یعنی "کلمۃٍ عظیمۃٍ"۔ یہاں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ "کلمۃ" کی صفت محذوف ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴾

یعنی "کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی، جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کردوں اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو تمام کشتیوں کو زبردستی ضبط کر رہا تھا" (آیت نمبر: ۷۹، صفحہ: ۶۰، سورہ کہف، ترجمہ از تدبر قرآن جلد چہارم)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تفسیر کشاف میں ہے : "وقیل فی قرآءۃ ابی و عبداللہ : کل سفینۃ صالحۃ" (صفحہ : ۱۴۷، جزء : ۲)

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے : "وقرئ کل سفینۃ صالحۃ والمعنی علیھا" خلاصہ یہ ہے کہ ایک دوسری قراءۃ میں لفظ "صالحۃ" کا "سفینۃ" کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ بادشاہ ایسی کشتی چھینتا تھا جو صحیح سالم ہوتی تھیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت خضرؑ فرماتے ہیں کہ ﴿ أَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا ﴾ اسی شاذ قراءۃ کی بناء پر یہاں لفظ سفینہ کے بعد اس کی صفت "صالحۃ" مقدر مانی جائے گی۔ ٹھیک اسی طرح زیر بحث حدیث میں بھی قرینہ موجود ہے۔ یعنی امام بخاریؒ نے دو تعلیق لاکر اور ایک حدیث "ویل للاعقاب" پیش کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ اذا تکلم بکلمۃ کے بعد صفت محذوف ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت اوپر گذر چکی ہے۔

اس پوری تفصیل سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "اذا" کا ترجمہ "جب کبھی" کے بجائے صرف "جب" کرنا مناسب ہوگا۔

اہلِ منطق بھی لفظ "اذا" کو قضیہ جزئیہ کے ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ یعنی کہ یہ جس جملے پر داخل ہوگا، وہ جزئیہ کے حکم میں ہوگا۔

(۲) مولانا اصلاحی صاحب نے تین بار سلام کرنے کی جو تشریح فرمائی ہے، اس کی کوئی بنیاد حدیث یا آثارِ صحابہ میں نہیں ملتی۔ امام بخاریؒ کتابُ الاستیذان میں اس حدیث کو دوبارہ لائے ہیں۔ اور اس کے بعد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی کے مکان پر جائے تو داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ تین بار السلام علیکم کہے۔ اور اگر تیسری بار بھی جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے۔ اس بارے میں امام بخاریؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو واقعہ پیش آیا تھا اس کو بیان کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

صحیح البخاری مع فتح الباری جلد : ۱۱، صفحہ : ۲۶-۲۷، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا

مذکورہ بالا حدیث کی دوسری تشریح مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں کی جاسکتی ہے :

"عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ، قال "اذا انتھی احدکم الی مجلس فلیسلّم، فان بدا له ان یجلس فلیجلس، ثم إذا قام فلیسلم، فلیست الاولی باحق من الاخرۃ" رواہ الترمذی وابوداؤد

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فرمایا: جب آدمی کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے۔ اگر اسے بیٹھنے کی ضرورت محسوس ہو تو بیٹھ جائے، پھر جب کھڑا ہو مجلس سے تب بھی سلام کرے، پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ اہم نہیں ہے" یعنی ثواب میں دونوں کا درجہ برابر ہے۔

(مشکاۃ جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۱۵، باب السلام، طبع بیروت)

وضاحت:

اس حدیث سے دو سلام معلوم ہوئے اور اس سے قبل والی حدیث میں داخل ہونے سے پہے، جازت طلب کرنے کے لیے سلام کا ذکر ہے، اس طرح تین سلام ہو گئے۔ یعنی ایک سلام کے بعد داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو پھر اس دوسری حدیث پر عمل کیا جائے گا، اور اس طرح سلام کی تعداد تین ہو جائے گی۔

☆○☆○☆

قارئین کی خدمت میں گذارشات

۱۔ خط و کتابت کرتے ہوئے خریداری نمبر/ اعزازی نمبر/ تبادلہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

۲۔ خطوط کے فوری جواب کے لئے خط "متعلقہ ذمہ دار" کے نام ارسال فرمایئے:

- ○ مجلّہ کی ترسیل، تکمیل اور زر تعاون کے سلسلہ میں: مینجر
- ○ مضامین، تنقید و آراء، تبصرۂ کتب، استفتاء کے بارے میں: مدیر معاون
- ○ مضامین کی ترسیل اور اعلیٰ پالیسی اُمور کے لئے: مدیر اعلیٰ

۳۔ اپنے واجبات کی ادائیگی مکمل فرمایئے تاکہ آپ کا یہ دینی مجلّہ مالی نقصان سے دوچار نہ ہو۔

۴۔ پانچ خریدار جاری کروانے کی صورت میں ایک سال کے لئے مجلّہ اعزازی طور پر جاری کر دیا جائے گا۔

۵۔ اگر آپ مجلّہ کی پالیسی سے متفق ہیں تو آپ کی دینی ذمہ داری ہے کہ اس کو دوسرے بھائیوں تک پہنچائیں، نمونہ کا پرچہ طلب فرما کر اس آواز کو وسیع فرمائیں۔

۶۔ گاہے بگاہے مجلّہ کی روشنی میں اپنی آراء سے نوازتے رہیے ـــــــــــ (ادارہ)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ